OPEN ACCESS
Journal of Islamic & Religious Studies
ISSN (Online): 2519-7118
ISSN (Print): 2518-5330
jirs.uoh.edu.pk/jirs

JIRS, Vol.:6, Issue: 1, Jan – June 2021
DOI: 10.36476/JIRS.6:1.06.2021.07, PP: 23 - 40

"کلالہ" کی تعریف اور احکام: عصر حاضر کی بعض جدید آراء کا تحقیقی مطالعہ

Kalālah in Islamic Jurisprudence: A Critical Analysis of the Contemporary Views

Dr. Hamid Ali
Lecturer, Govt. College for Men, Nazimabad, Karachi
Aijaz Bashir
PhD. Scholar, Department of Islamic Learning,
University of Karachi

Version of Record Online/Print: 25-06-2021
Accepted: 31-05-2021
Received: 31-01-2021

Abstract

The importance of Islamic Law of inheritance, also known as "'Ilm al Farā'id", can be measured by the aḥādīth in which the Prophet, (PBUH) commanded to learn it along with the Holy Qur'ān, as he described it "half of the knowledge". One of the types of heirs mentioned in the Holy Qur'an is "Kalālah", and this word has been mentioned twice in the Holy Qur'ān. What is the meaning of kalālah, who are they and what are the rules of their inheritance, etc., such questions have become the subject of debate in modern times, and various opinions have appeared in this regard. Among these views is the opinion of Javed Ahmed Al-Ghamdi, who presented his opinion by decorating it with some specific comments from Tafāsir that he calls "the primary sources of Tafsīr." This article analyzes the opinion of Javed Ahmed Al-Ghamdi and its impact on the assets of inheritance. The result of this discussion was that the meaning of "kalālah" is nothing but stepsister and stepbrother, and also the opinion of Al-Ghamdi was stated as an abandoned word in primary sources of Tafsīr. By accepting this view, the distribution of shares would not be possible according to the Qur'ānic command.

Key words: *inheritance, kalālah, al bayan, mīzān*

تعارف موضوع

وراثت کا علم "علم الفرائض" کہلاتا ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ اُن احادیث سے ہوتا ہے، جن میں رسول اللہ ﷺ نے قرآن کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اسے بھی سیکھنے اور سکھانے کا حکم دیا، اسے آدھا علم قرار دیا اور بتایا کہ علوم میں سب سے پہلے اسے ہی لوگوں کے درمیان سے اُٹھایا جائے گا، پھر ایک ایسا وقت بھی آئے گا کہ دو آدمی اپنے حصے کے لیے جھگڑا کریں گے اور کسی ایسے (عالمِ وراثت) کو نہ پائیں گے جو اُن میں اس کا فیصلہ کر دے۔[1] یہ بھی فرمایا کہ اسے سیکھ لو، قبل اس کے کہ ظن و گمان سے اس کے مسائل میں گفتگو کرنے والے آجائیں۔[2]

قرآن کریم میں مذکور وارثین کی اقسام میں سے ایک قسم "کلالہ" ہے، قرآن کریم میں یہ لفظ دو مرتبہ آیا ہے، پہلی مرتبہ سورۂ نساء کی آیت ۱۲ میں "نکرہ" (كَلٰلَةً) آیا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: "وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُوْرَثُ كَلٰلَةً" جبکہ دوسری مرتبہ اسی سورت کی آیت ۱۷۶ میں "معرفہ" (الْكَلٰلَةِ) واقع ہوا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: "قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ"۔

کلالہ کا معنی و مفہوم کیا ہے، اس سے مراد کون لوگ ہیں اور اُن کے احکامِ میراث وغیرہ کیا ہیں وغیرہ، جیسے سوالات عصرِ حاضر میں موضوعِ بحث بنے رہے ہیں اور اس سلسلے میں مختلف آراء سامنے آتی رہی ہیں۔ ان ہی آراء میں سے ایک رائے جاوید احمد غامدی صاحب کی بھی ہے جو اپنی رائے کو چند مخصوص تفاسیر، جنھیں وہ "اُمہات کُتبِ تفسیر" قرار دیتے ہیں، سے مزین کرکے پیش کرتے ہیں۔[3] مقالہ ہذا میں جاوید احمد غامدی صاحب کی رائے کا تحلیلی و تجزیاتی مطالعہ کرتے ہوئے درج ذیل سوالات کے جوابات تلاش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

بنیادی سوالاتِ تحقیق

1. ان کی پیش کردہ کلالہ کی تعریف کس حد تک مصادرِ معتبرہ سے مطابقت رکھتی ہے؟
2. کیا یہ ان کے دیگر تفردات کی طرح ہے یا اس سے پہلے بھی کوئی اس کا قائل رہا ہے؟
3. اگر اسے تسلیم کر لیا جائے تو علم میراث کے مسلمہ اصولوں پر اس کا کیا اثر ہوگا؟
4. کیا واقعی ان کے پیش کردہ دلائل سے ان کا مدعا ثابت بھی ہوتا ہے یا نہیں؟
5. ان کے نزدیک "اُمہات کتبِ تفسیر" کا درجہ رکھنے والی کُتب اس سلسلہ میں کیا کہتی ہیں؟

منہج تحقیق

مقالہ نگاران نے معروضی انداز میں تجزیاتی طریق تحقیق کو اپنایا ہے اور ائمۂ دین کے نزدیک قرآن و سنت سے ماخوذ وراثت کے مسلمہ اصولوں کے تحت عصر حاضر کی جدید آراء کا تجزیہ کیا ہے۔

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ

چونکہ جاوید احمد غامدی صاحب پر ان کے بعض تجدد پسندانہ افکار و نظریات کی وجہ سے مختلف اہلِ علم نے نقد کیا اور کئی تحریریں زیبِ قرطاس کی ہیں، جن میں عقائد، عبادات، معمولات اور مآخذِ شریعت وغیرہ اُمور شامل ہیں۔ تاہم تلاش و جستجو کے باوجود مقالہ نگاران کی نظر سے کلالہ سے متعلق اُن کی جدید آراء پر اب تک کوئی نقد و تجزیہ کا تحقیقی کام نہیں گزرا، بس یہی چیز محرک بنی کہ اس پر تحقیقی کام کیا جائے۔ چناں چہ ہم کہہ سکتے ہیں اس باب میں یہ اولین تحقیقی کام ہے۔

کلالہ کا معنی ومفہوم

علامہ زمخشریؒ "الکشاف" میں النساء کی آیت ۱۲ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"(وَإِنْ كانَ رَجُلٌ) يعني: الميت. و(يُورَثُ) من وَرِثَ، أي: يُوْرَثُ منه وهو صفة لرجل. و(كَلٰلَةً) خبر كان، أي: وإن كان رجل موروث منه كلالةً، أو يجعل يُوْرَثُ خبر كان، وكلالة حالاً من الضمير في يورث. وقرئ يُوْرِثُ ويُوَرِّثُ بالتخفيف والتشديد على البناء للفاعل، وكلالة حال أو مفعول به"[4]

یعنی: آیت میں "رجُلٌ" سے مراد میت ہے، اور فعل "يُوْرَثُ" ثلاثی مجرد "وَرِثَ" سے مضارع مجہول کا صیغہ ہے، جس کا معنیٰ ہے: "يُوْرَثُ مِنْهُ" (جس کا ترکہ تقسیم کیا جائے)، اور یہ "رَجُلٌ" کی صفت ہے، اور لفظ "كَلٰلَةً" "كَانَ" کی خبر ہے۔ آیت کا معنی یوں ہو گا: اگر موروث منہ (میت) شخص کلالہ ہو۔ یا فعل "يُوْرَثُ" "كَانَ" کی خبر ہے اور لفظ "كَلٰلَةً" حال ہے، اُس ضمیر کا جو فعل "يُوْرَثُ" میں ہے۔ (اب اس کا معنی یوں ہو گا: اگر کسی شخص کا ترکہ تقسیم کیا جاتا ہو، درانحالیکہ وہ کلالہ ہو۔۔الخ)۔ اس فعل "یُورثُ" کو باب اِفعال سے "يُوْرِثُ" اور تفعیل سے "يُوَرِّثُ" معروف کا صیغہ بھی پڑھا گیا ہے، ایسی صورت میں لفظ "كَلٰلَةً" حال یا مفعول بہ ہو گا۔"

اب آیت کا معنی یوں ہو گا: اور اگر کوئی شخص کلالہ ہوتے ہوئے وارث بناتا ہے، یا اور اگر کوئی شخص کسی کلالہ کو وارث بناتا ہے۔

اس کے بعد علامہ زمخشری اس لفظ کے اطلاقات کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فإن قلت: ما الكلالة؟ قلتُ: ينطلق على ثلاثة، على من لم يخلف ولداً ولا والداً، وعلى من ليس بولد ولا والد من المخلفين، وعلى القرابة من غير جهة الولد والوالد. ومنه قولهم: ما ورث الْمجد عن كلالة، كما تقول: ما صمت عن عيّ، وما كف عن جبن"[5]

"اگر تم یہ پوچھو کہ کلالہ کا معنی کیا ہے؟ تو میں کہوں گا: اس کے تین معانی ہیں: ۱۔ وہ جو اپنے پیچھے اولاد اور والد کو نہ چھوڑے، ۲۔ کسی شخص کے وہ پس ماندگان جن میں اولاد اور والد نہ ہوں اور ۳۔ وہ رشتہ دار جو اولاد اور والد کی طرف سے نہ ہوں۔ مثلاً جب کسی کو دور کے تعلق کی وجہ سے بزرگی نہ ملتی تو عرب کہتے ہیں: "مَا وَرِثَ الْمَجْدَ عَنْ كَلَالَةَ"۔ یہ اسی طرح ہے کہ جیسے تم کسی کے بارے میں کہتے ہو: "مَا صَمَتَ عَنْ عَيّ" (وہ کلام کرنے میں عاجز ہو جانے کی وجہ سے بھی خاموش نہیں رہا) اور کہتے ہو: "مَا كَفَّ عَنْ جبْنٍ" (وہ بزدلی کے باوجود (لڑنے سے) نہیں رکا)۔"

ضروری وضاحت

اگر کوئی تدبر کی نگاہ سے ان تینوں معانی کو "مورث" اور "وارث" دونوں کے اعتبار سے دیکھے، تو اُسے یہ سمجھنے میں ہر گز دقت نہیں ہو گی کہ حقیقتاً تینوں معانی کا مآل ایک ہی ہے، بس انداز بیان مختلف ہے، مثلاً پہلے معنی کو سمجھنے کے لیے اگر یہ کہا جائے کہ زید کا انتقال ہوا اور اُس نے اپنے پیچھے اولاد اور والد کو نہیں چھوڑا۔ تو ظاہر ہے کہ زید اور جنھیں اُس نے پیچھا چھوڑا ہے، وہ ایک دوسرے کے لیے "کلالہ" کا درجہ رکھنے والے ہوں گے، یعنی: ان میں آپس میں اولاد اور والد کا رشتہ نہیں ہوگا، نہ زید اُن پیچھے رہ جانے والوں کی اولاد ہے اور نہ وہ لوگ زید کی اولاد، اسی طرح نہ زید ان کا والد ہے اور نہ اُن میں سے کوئی اس کا والد، اب ظاہر

ہے ان کے علاوہ کسی اور قسم کا رشتہ ہی ہو گا۔ اس کی تائید علامہ زمخشری کی اس تفسیر سے ہوتی ہے: "وقرئ يُوْرِثُ ويُوَرِّثُ بالتخفيف والتشديد على البناء للفاعل، وكلالة حال أو مفعول به"[6]

دوسرے معنی میں بھی یہی صورت حال ہے، مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ زید کے پس ماندگان میں اولاد اور والد نہیں ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ اس میں بھی مورث اور وارث ایک دوسرے کے لیے "کلالہ" ہی ہوں گے۔

تیسرے معنی میں اگر کچھ لوگوں کے بارے میں یہ کہا جائے کہ یہ لوگ زید کے ان رشتہ داروں میں سے ہیں، جن کا زید سے تعلق اُس کی اولاد اور والد کی طرف سے نہیں ہے، یعنی: نہ وہ زید کی اولاد ہیں اور نہ اُس کی اولاد کی اولاد (نیچے تک)، اسی طرح نہ اُن میں کوئی زید کا والد ہے اور نہ اُس کے والد کا والد (زید کا دادا)، اسی طرح نہ وہ زید کے والد کے بھائی ہیں، (زید کے چچا) اور نہ اُن کی اولاد (زید کے بھتیجے و بھتیجیاں)۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ اب ذرا قرآن کا ایک طالبِ علم دیکھے کہ مذکورہ تینوں معانی اور اُن کی مثالوں میں زید اور جنھیں اُس نے پیچھے چھوڑا، اُس کے پس ماندگان یا اُس کے وہ رشتہ دار جو اُس کی اولاد اور والد کی طرف سے نہیں ہیں، زید اور یہ سب، ایک دوسرے کے لیے "کلالہ" کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ہماری اس توجیہ کی تائید علماء لغت سے بھی ہوتی ہے کہ انھوں نے بھی اس لفظ کو وارث اور موروث دونوں کے لیے قابلِ استعمال بتایا ہے، چنانچہ علامہ زبیدیؒ "تاج العروس" میں لکھتے ہیں:

"والظاهر أن الكلالة مصدر يقع على الوارث وعلى الموروث، والمصدر قد يقع للفاعل تارة وللمفعول أخرى، والله أعلم"[7]

اسی طرح علامہ ابن منظور افریقیؒ نے "لسان العرب" میں علماء بصرہ اور دیگر کے حوالہ سے یہ بات تفصیل سے لکھی ہے۔[8] اسی طرح علامہ ابن جریر طبریؒ نے لکھا ہے کہ کچھ علماء کے نزدیک اس کا اطلاق مورث اور وارث دونوں پر ہوتا ہے۔[9]

علامہ زمخشریؒ نے اس لفظ کی مزید وضاحت میں یہ بھی لکھا ہے:

"والكلالة في الأصل: مصدر بمعنى الكلال، وهو ذهاب القوّة من الإعياء. قال الأعشى: فَآلَيْتُ لا أرثي لَهَا مِنْ كَلاَلَةٍ. فاستعيرت للقرابة من غير جهة الولد والوالد، لأنها بالإضافة إلى قرابتهما كآلة ضعيفة. وإذا جعل صفة للموروث أو الوارث فبمعنى ذى كلالة. كما تقول: فلان من قرابتي، تريد من ذوى قرابتي. ويجوز أن تكون صفة كالهجاجة والفقاقة للأحمق[10]

"لفظ "کلالہ" اصل میں مصدر ہے "کلال" کے معنی میں، جس کا معنی ہے: تھکاوٹ کی وجہ سے قوت کا ختم ہو جانا۔ اعشیٰ شاعر کا شعر ہے: "فَآلَيْتُ لَا أرثى لَهَا مِنْ كَلَالَة" (پس میں نے قسم اُٹھائی کہ اس پر اُس کے کمزور ہونے کی وجہ سے ترس نہیں کھاؤں گا)۔ پھر اس لفظ کو عارضی معنی کے لیے اُن رشتہ داروں کے لیے بولا جانے لگا، جو اولاد اور والد کی طرف سے نہ ہوں، کیونکہ یہ اُن دونوں (اولاد اور والد) کی قرابت کی نسبت کمزور ہے۔ نیز جب اسے "موروث" (میت) یا وارث کے لیے صفت بنایا جائے، تو یہ "ذو کلالۃ" کے معنی میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ تم "فُلَانٌ مِنْ قَرَابَتِي" والا جملہ "فُلَانٌ مِنْ ذَوِی قَرَابَتِي" کے معنی میں کہتے ہو۔ اور ممکن ہے کہ یہ لفظ (کلالۃ) صفت ہو، جیسے احمق شخص کے لیے "هَجَاجَة" اور "فَقَاقَة" صفت ہوتے ہیں۔"

لفظ "کلالہ" احادیث کی روشنی میں

احادیث میں اس لفظ کا استعمال وارث اور مورث دونوں کے لیے ہوا ہے، چنانچہ پہلے ہم اُن روایات کو نقل کرتے ہیں، جن میں یہ لفظ **وارث** کے لیے آیا ہے۔

حدیث ۱: امام بخاریؒ وامام مسلمؒ وغیرہما محمد بن منکدرؒ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبد اللہؓ کو فرماتے سُنا کہ میں بیمار تھا تو رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے، اُس وقت مجھ پر بے ہوشی طاری تھی، آپ ﷺ نے وضو کیا، صحابہ نے حضور کے وضو کا پانی مجھ پر ڈالا تو مجھے ہوش آ گیا، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! "إِنَّمَا يَرِثُنِي كَلَالَةٌ" (میرے وارث کلالہ ہیں)، جس پر سورۂ نساء کی آیت میراث (۱۷۶) نازل ہوئی۔[11]

حضرت جابرؓ کے ان "کلالہ وارثوں" میں کون تھا، یہ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے، چنانچہ امام ابو داوٗد اسی روایت کو یوں نقل کرتے ہیں کہ حضرت جابر نے عرض کی:

"يا رسول الله! كَيْفَ أَصْنَعُ فِي مَالِي وَلِي أَخَوَاتٌ"

"میں اپنے مال کی تقسیم کیسے کروں، جبکہ میری بہنیں وارث ہوں، اس پر آیتِ میراث نازل ہوئی۔"[12]

امام ترمذیؒ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابرؓ کی نو بہنیں تھیں، چنانچہ روایت میں ہے کہ حضرت جابرؓ نے عرض کی:

"یا رسول اللہ! میں اپنے مال کی تقسیم کس طرح کروں؟ اس پر آپ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا، راوی کا بیان ہے کہ "وَكَانَ لَهُ تِسْعُ أَخَوَاتٍ" اُن کی نو بہنیں تھیں، پس یہ آیتِ میراث نازل ہوئی۔"[13]

کلالہ سے مراد مورث ہے

مصنف عبد الرزاقؒ میں شعبیؒ کا بیان ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کہا کرتے:

"کلالہ وہ شخص ہے، جس کی اولاد ہو اور نہ والد۔ اسی طرح حضرت عمر کہا کرتے تھے کہ کلالہ وہ ہے، جس کی اولاد نہ ہو۔"[14]

محدث عبد الرزاقؒ نے اپنی "مصنف" میں روایت کیا ہے کہ عمرو بن شرحبیلؒ کا بیان ہے:

"کلالہ وہ شخص ہے کہ جس کی اولاد ہو اور نہ والد۔"[15]

امام ابن ابی شیبہؒ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے کہ ہم سے عباد بن عوامؒ نے بیان کیا وہ سفیان سے روایت کرتے ہیں اور وہ حسین سے اور وہ ایک شخص سے اور وہ ابن عباسؓ سے آپ نے فرمایا:

"کلالہ میت ہے۔"[16]

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ کلالہ کا اطلاق جس طرح وارث پر ہوتا ہے، اسی طرح مورث پر بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ احکامِ کلالہ میں تقسیمِ ترکہ کے وقت مورث اور وارث دونوں بیک وقت ایک دوسرے کے لیے کلالہ ہوتے ہیں۔

جاوید احمد غامدی صاحب کے نزدیک کلالہ کا معنی و مفہوم

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّ لَهٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ

فَهُمْ شُرَكَآءُ فِى الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ"

غامدی صاحب نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:

"اور (اِن وارثوں کی عدم موجودگی میں) اگر کسی مرد یا عورت کو اُس سے رشتہ داری کی بنا پر وارث بنا دیا جاتا ہے اور اُس کا ایک بھائی یا بہن ہے تو بھائی اور بہن، ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا، اور اگر وہ ایک سے زیادہ ہوں تو ایک تہائی میں سب شریک ہوں گے (اور باقی اُس کو ملے گا جسے وارث بنایا گیا ہے)، جبکہ وصیت جو کی گئی ہو، پوری کر دی جائے اور قرض (اگر ہو تو) ادا کر دیا جائے، بغیر کسی کو نقصان پہنچائے۔ یہ حکم ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ جاننے والا ہے، وہ بڑا نرم خو ہے۔"[17]

غامدی صاحب اپنی کتاب "میزان" میں کلالہ کی تعریف میں لکھتے ہیں:

"ایک وہ شخص جس کے پیچھے اولاد اور والد، دونوں میں سے کوئی نہ ہو؛ دوسرے وہ قرابت جو اولاد اور والد کی طرف سے نہ ہو؛ تیسرے کسی شخص کے وہ رشتہ دار جن کا تعلق اُس کے ساتھ اولاد اور والد کا نہ ہو۔"[18]

"البیان" اور "میزان" کی عبارات سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں آیت میں کلالہ سے مراد ان کے نزدیک اولاد اور والد کے سوا باقی وہ رشتہ دار ہیں، جن کا تعلق اُس کے ساتھ اولاد اور والد کا نہ ہو۔[19] انھوں نے مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اپنے موقف کی تائید میں کچھ دلائل ذکر کیے ہیں، ہم ذیل میں اُنھیں ذکر کرکے اُن کا جائزہ لیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"یہ حصے ہر لحاظ سے واضح ہیں اور والدین کے حصوں کی طرح یہ بھی پورے ترکے میں سے دیے جائیں گے۔ اصل الفاظ ہیں: "وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَة اَوِ امْرَاَة"۔ ان میں لفظ "كَلٰلَة" والدین اور اولاد کے سوا باقی سب رشتہ داروں کے لیے آیا ہے۔ اس معنی کے لیے اس کا استعمال عربی زبان میں معروف ہے۔ اِس میں شبہ نہیں کہ یہ اُس شخص کے لیے بھی آتا ہے جس کے پیچھے اولاد اور والد، دونوں میں سے کوئی نہ ہو، لیکن آیت ہی میں دلیل موجود ہے کہ یہ معنی یہاں مراد نہیں ہیں۔ "يُوْصِيْكُمُ اللّٰہ فِي اَوْلَادِكُمْ" سے جو سلسلۂ بیان شروع ہوتا ہے، اس میں اولاد اور والدین کا حصہ بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے وصیت پر عمل درآمد کی تاکید "مِنْ بَعْدِ وَصِيّة يُّوْصِيْ بها اَوْ دَيْنٍ" کے الفاظ میں کی ہے۔ زوجین کے حصوں میں اِسی مقصد کے لیے "مِنْ بَعْدِ وَصِيّة يُّوْصِيْنَ بها اَوْدَيْنٍ" اور "مِنْ بَعْدِ وَصِيّة تُوْصُوْنَ بها اَوْدَيْنٍ" کے الفاظ آئے ہیں۔ تدبر کی نگاہ سے دیکھیے تو اِن سب مقامات پر فعل مبنی للفاعل استعمال ہوا ہے اور "يُوْصِي"، "يُوْصِيْنَ" اور "تُوْصُوْنَ" میں ضمیر کا مرجع ہر جملے میں بالصراحت مذکور ہے، لیکن کلالہ کے احکام میں یہی لفظ مبنی للمفعول ہے۔ یہ تبدیلی صاف بتا رہی ہے کہ "اِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَة اَوِ امْرَاَة" میں "يُوْصٰى" کا فاعل، یعنی مورث مذکور نہیں ہے، اِس وجہ سے اِس آیت میں "كَلٰلَة" کو کسی طرح مرنے والے کے لیے اسم صفت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہ تغیر حجت قطعی ہے کہ قرآن مجید نے یہ لفظ یہاں اُس شخص کے لیے جس کے پیچھے اولاد اور والد، دونوں میں سے کوئی نہ ہو، استعمال نہیں کیا۔"[20]

مقالہ نگاران کا تبصرہ

تدبر کی نگاہ سے دیکھنے کے بعد درج ذیل چند اُمور تنقیح طلب قرار پاتے ہیں

غامدی صاحب کی پہلی دلیل: "اِن" میں لفظ "كَلٰلَة" والدین اور اولاد کے سوا باقی سب رشتہ داروں کے لیے آیا ہے۔

اولاً: اس جملہ میں "والدین" کا لفظ زلتِ قلم ہے، یہاں درست لفظ "والد" ہونا چاہیے جیسا کہ آگے کی عبارت سے متعین ہوتا ہے۔

ثانیاً: ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ "کَلٰلَة" کا اطلاق والد اور اولاد کے سوا باقی رشتہ داروں کے لیے ہوتا ہے، مگر اس صورت میں بھی اِن رشتہ داروں کے ساتھ ساتھ ان کے "مورث" پر بھی اس لفظ کا اطلاق کیا جانا درست ہے، کیونکہ جب رشتہ داروں میں میت کا والد اور اولاد نہیں ہے، تو دونوں ایک دوسرے کے لیے "کلالہ" ہی ہوں گے۔

غامدی صاحب کی دوسری دلیل: "فعل "یُوْصٰی" کا فاعل یعنی: مورث مذکور نہیں ہے، اِسی لیے "کَلٰلَة" کو کسی طرح مرنے والے کے لیے اسم صفت قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہ تغیر حجت قطعی ہے۔۔۔الخ"

اولاً ہمارے نزدیک یہ "حجتِ قطعی" حیران کن ہے۔ اوپر ذکر کی گئی تعریفات سے واضح ہوتا ہے کہ اس لفظ کو بہر حال دونوں کے لیے اسی آیت میں اسم صفت بنایا جاسکتا ہے، پھر اگر مان لیا جائے کہ اس سے مراد زندہ رشتہ دار ہیں، تو سوال وہی ہے کہ ایسے کلالہ رشتوں داروں سے مرنے والا کا رشتہ کیا ہوگا! ظاہر ہے یہی بات کہی جائے گی کہ وہ بھی ان کے تعلق سے کلالہ ہی ہو گا، کیونکہ وہ ان رشتہ داروں کی اولاد اور والد کے علاوہ ہے۔

ثانیاً علوم قرآن کا طالبِ علم اس حقیقت کو جانتا ہے کہ قرآن کے "حسنِ بیان" کی من جملہ خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ ایک ہی بات کو ایک جگہ فعلِ معروف (مبنی للفاعل) سے بیان کرتا ہے، جبکہ دوسری جگہ اُسی کو فعلِ مجہول (مبنی للمفعول) سے، ہم ذیل میں صرف ایک مثال پر اکتفا کرتے ہیں:

مثال: "وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى وَ اَنَّ سَعْيَه سَوْفَ يُرٰى"[سورۃالنجم:۳۹۔۴۰]

"اور یہ کہ انسان کو (آخرت میں) وہی ملے گا جو اُس نے (دنیا میں) کمایا ہے۔ اور یہ کہ جو کچھ اُس نے کمایا ہے، وہ عنقریب دیکھا جائے گا۔"[21]

اسی بات کو دوسری جگہ یوں بیان کیا گیا ہے:

"فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَه وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَه" [سورۃالزلزال:۷۔۸]

"پھر جس نے ذرہ برابر بھلائی کی ہے، وہ بھی اُسے دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہے، وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔"[22]

حسنِ بیان واضح ہے کہ پہلی آیت میں بیان کیا گیا کہ انسان کو اُس کے عمل کے مطابق جزا یا سزا دکھائی جائے گی، جبکہ دوسری آیت میں یہ بتایا جارہا ہے کہ وہ خود دیکھے گا، دونوں کا مآل ایک ہی ہے، کیا اس تغیر میں بھی کوئی "حجت قطعی" ہے یا یہ محض "حسن بیان" کے لیے ہے!

پھر غامدی صاحب اس کی تالیف بیان کرتے ہوئے "البیان" میں لکھتے ہیں:

"چنانچہ آیت کی تالیف ہمارے نزدیک یہ ہے کہ "يُوْرَثُ" بابِ اِفعال سے مبنی للمفعول ہے۔ "كَلٰلَة" اِس سے مفعول لہ ہے۔ "كَانَ" ناقصہ ہے اور "يُوْرَثُ" اُس کی خبر واقع ہوا ہے۔ "رَجُلٌ اَوِ امْرَاَة" "كَانَ" کے لیے اسم ہیں۔ وارث بنانے کا جو اختیار اس آیت میں دیا گیا ہے، وہ ظاہر ہے کہ مرنے والے ہی کو ہوگا اور اِس کے معنی اِس سیاق میں یہی ہو سکتے ہیں کہ اُن وارثوں کی عدم موجودگی میں ترکے کا وارث بنا دیا جاتا ہے، جن کے حصے اوپر بیان ہوئے ہیں۔"[23]

جبکہ اپنی کتاب "میزان" میں اس تالیف کی رو سے ترجمہ یوں کیا:

"اور اگر کسی مرد یا عورت کو اُس کے کلالہ تعلق کی بنا پر وارث بنایا جاتا ہے۔"[24]

مقالہ نگاران کا تبصرہ

ان کے تفسیری کلمات آیت کی تالیف ہمارے نزدیک یہ ہے۔۔الخ سے یہ گمان ہوا تھا کہ یہ انہی کی ایک جدید تعبیر وتشریح ہے، اس لیے کہ موصوف نے کسی تفسیر کا حوالہ ذکر نہیں کیا، تاہم تفاسیر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے اس تالیف کو علامہ زمخشری نے "الکشاف" میں مذکورہ آیتِ کلالہ کی تفسیر میں ذکر کیا ہے، مگر آخری قول کے طور پر۔[25] پھر اسی "تالیف" کو ابو حیان اثیر الدین محمد بن یوسف اندلسیؒ (متوفی ۷۴۵ھ) نے "البحر المحیط"[26] میں، ابو العباس شہاب الدین احمد بن یوسف حلبیؒ (متوفی ۷۵۶ھ) نے "الدر المصون فی علوم الکتاب المکنون" میں[27]، ابو حفص سراج الدین عمر بن علی حنبلی دمشقیؒ (متوفی ۷۷۵ھ) نے "اللباب فی علوم الکتاب" میں[28]، ابو السعود محمد بن محمد بن مصطفیٰ عمادیؒ (متوفی ۹۸۲ھ) نے "ارشاد العقل السلیم الیٰ مزایا الکتاب الکریم" میں[29]، جبکہ شیخ محمد بن علی شوکانی یمنیؒ (متوفی ۱۲۵۰ھ) نے "فتح القدیر" میں[30] ذکر کیا ہے۔ لیکن ان مفسرین میں سے کسی نے بھی اسے "مختار قول" نہیں بتایا، بلکہ تفسیری اقوال میں محض "ایک قول" کے طور پر ہی ذکر کیا ہے۔

حالانکہ علامہ زمخشریؒ نے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں جو قول سب سے پہلے ذکر کیا ہے، وہ وہی تفسیر ہے، جو عام مفسرین اور فقہائے کرام نے کی ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ زمخشری کا مختار قول بھی یہی ہے، جسے ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔

غامدی صاحب اور "الکشاف" کی عبارت

یہاں غامدی صاحب سے "الکشاف" کی عبارت سمجھنے میں صریح لغزش ہوئی ہے، کیونکہ اس میں دو ہی ممکنہ صورتیں ہیں:

پہلی صورت: آیت میں "رَجُلٌ" اور "امْرَأَةٌ" سے مراد میت (مورث) لی جائے اور اس کی زندہ بہن یا بھائی کو "کلالہ" تصور کیا جائے، تو ایسی صورت میں بہن یا بھائی میں سے ہر ایک کے لیے کل مال کا چھٹا حصہ ہوگا، یہی علامہ زمخشریؒ کے اس قول "والضمير في قوله: (فَلِكُلِّ واحِدٍ مِنْهُما) يرجع حينئذ إليهما" کی مراد ہے۔ اور اگر یہ بہن بھائی دو یا زیادہ ہوں، تو سب کل مال کے تہائی میں شریک ہوں گے۔

اس تالیف پر اب ترجمہ یوں ہوگا:

"اور اگر کسی میت (مرد یا عورت) کے کلالہ رشتہ داروں میں ایک بھائی یا بہن ہو، تو اُن دونوں میں سے ہر ایک کے لیے کل مال کا چھٹا حصہ ہے اور اگر اس سے زیادہ ہوں، تو وہ سب (کل مال کے) تہائی میں شریک ہوں گے۔"

یہ امر بھی بدیہی ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے لیے دوسرے کی غیر موجودگی میں ہی چھٹا حصہ دیا جائے گا۔

دوسری صورت: آیت میں "رَجُلٌ" اور "امْرَأَةٌ" سے مراد میت کے بجائے وارث لیا جائے، اسے اور اس کے ساتھ اُس کے بھائی یا بہن کو "کلالہ" تصور کیا جائے، تو ایسی صورت میں خود اُس کے لیے اور اس کے ایک بھائی یا بہن میں سے ہر ایک کے لیے کل مال کا چھٹا حصہ ہوگا، یہی علامہ زمخشری کے اس قول "والضمير في قوله: (فَلِكُلِّ واحِدٍ مِنْهُمَا) يرجع حينئذ إلى الرجل وإلى

أخيه أو أخته" کی مراد ہے۔ اور اگر یہ بھائی بہن زیادہ ہوں تو سب کل مال کے تہائی میں شریک ہوں گے۔

اس تالیف پر اب ترجمہ یوں ہوگا:

"اور اگر کسی کو کلالہ کے تعلق کی وجہ سے وارث بنایا گیا ہو اور اُس کا ایک بھائی یا بہن بھی ہو، تو اُن دونوں میں سے ہر ایک کے لیے کل مال کا چھٹا حصہ ہے اور اگر اس سے زیادہ ہوں، تو وہ سب (کل مال کے) تہائی میں شریک ہوں گے۔"

مگر اس دوسری صورت میں علم الفرائض کے اندر "ایک نئی قسم" کا اضافہ ہو جائے گا، کہ ایک ہی صنف[31] کے دو افراد کو کل مال کا چھٹا حصہ ملے گا اور دو سے زیادہ ہونے کی صورت میں سب تہائی میں شریک ہوں گے۔ اس لیے کہ اس تالیف کی بنا پر جس مرد یا عورت کو کلالہ کے تعلق کی بنا پر وارث بنایا گیا ہے، اس کی تین ممکنہ صورتیں ہوں گی:

پہلی صورت: وہ مرد یا عورت تنہا ہو اور اُس کا کوئی بھائی یا بہن نہ ہو، ایسی صورت میں تو کل مال کا چھٹا حصہ دیا جانا درست ہے۔

دوسری صورت: اس مرد یا عورت کا کوئی ایک بھائی یا بہن بھی ہو، اب دونوں کو اگر کل مال کا چھٹا حصہ دیا جائے، تو یہ ایک جدید قسم کا اضافہ ہوگا، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، اس لیے کہ ایک ہی صنف کے دو افراد کل مال کے چھٹے حصہ میں شریک ہوں گے، جو حقیقت میں "چھٹا" نہیں بلکہ "نصف سدس" یعنی "بارہواں" حصہ ہوگا، حالانکہ قرآن نے "سُدس" یعنی چھٹا حصہ مقرر کیا ہے، جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ اور اگر دونوں میں سے ہر ایک کو کل مال کا الگ الگ "چھٹا" حصہ دیا جائے، تو فرائض کا طالبِ علم بادی النظر میں جان لے گا کہ یہ در حقیقت "چھٹا حصہ" نہیں، بلکہ "ایک تہائی" ہوگا، جو آیت کے مخالف ہے، اس لیے کہ ایک تہائی کا ذکر تو اس کے بعد آ رہا ہے۔ ہم اسے دو مثالوں سے واضح کرتے ہیں:

مثال: ۱- مسئلہ 12/6		
ماں شریک بھائی	ماں شریک بہن	چچا
5	1	
1	1	10

مثال: ۲- مسئلہ 6		
ماں شریک بھائی	ماں شریک بہن	چچا
1	1	4

مثال نمبر (۱) میں اگرچہ ماں شریک بھائی اور بہن دونوں کو بظاہر کل مال کا چھٹا حصہ (دو) مل رہا ہے، لیکن در حقیقت یہ "چھٹا" نہیں، بلکہ نصفِ سدس یعنی: بارہواں حصہ ہے، جو ہرگز قرآن کریم کا مطلوب نہیں ہے۔

مثال نمبر (۲) میں اگرچہ ماں شریک بھائی اور بہن کے لیے بظاہر الگ الگ چھٹا حصہ ہی ہے، لیکن در حقیقت یہ 'چھٹا' نہیں بلکہ کل مال کا "ایک تہائی" ہے، کیونکہ چھ کا ایک تہائی "دو" ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کہ ان میں سے کسی ایک کے ہوتے ہوئے اسے چھٹا حصہ دیا جائے، پر عمل نہیں ہو سکے گا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہاں یہ واضح ہوا کہ آیت میں میت (مرد یا عورت) کے ایک بھائی یا بہن ہونے کی صورت میں ہی اُسے چھٹا حصہ دیا جا سکتا ہے اور اگر ایک سے زائد ہوں، تو سب ایک تہائی میں برابر کے شریک ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تیسری صورت: وہ یہ ہے کہ اُس مرد یا عورت کے دو یا زیادہ بہن بھائی ہوں گے، اس صورت میں وہ سب کل مال کے تہائی حصہ میں برابر کے شریک ہوں گے، ایسی صورت میں مسئلہ البتہ آیت کے مطابق درست رہتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ یہ تینوں

ممکنہ صورتیں اس وقت کی ہیں، جب ان کلالہ وارثوں کے ساتھ کوئی ایسا بھی ہو، جس کی موجودگی میں یہ وارث محروم نہ ہوتے ہوں، ورنہ صرف ایک ہی صنف کے وارثوں کی موجودگی میں سب مال اُنہی کا ہوتا ہے، جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔

غامدی صاحب کا استدلال

علامہ زمخشریؒ کی عبارت سے غامدی صاحب نے دو مزید نئی صورتیں استخراج فرمائی ہیں:

پہلی صورت: اگر کسی مرد یا عورت کو اُس کے کلالہ کے تعلق سے وارث بنایا جائے اور اُس کا کوئی بھائی یا بہن ہو، تو اُس کے بھائی یا بہن کے لیے تو کل مال کا چھٹا حصہ ہے، البتہ بقیہ سارا (۵/۶) اُس کلالہ کے تعلق سے بنائے جانے والے وارث مرد یا عورت کو دیا جائے گا۔

دوسری صورت: اگر اُس مرد یا عورت کے بھائی بہن زیادہ ہوں، تو بھائی بہنوں کو کل مال کا تہائی حصہ ملے گا اور بقیہ (۲/۳) اُس مرد یا عورت کو دیا جائے گا۔ یہ تالیف ہمارے نزدیک چند وجوہ سے محلِ نظر ہے:

اولاً غامدی صاحب کا فعل "يُوْرَثُ" کو ثلاثی مجرد کی بجائے باب اِفعال سے قرار دینا اور کسی مرد یا عورت کو کلالہ کے تعلق سے وارث قرار دینا، رسول اللہ ﷺ کی تقریر کے خلاف ہے، کیونکہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے متعلق روایات اس معنی اور توجیہ کے خلاف ہیں، ان میں سے صرف دو کو پیش کیا جاتا ہے کہ چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ اپنی "مسند" میں روایت کرتے ہیں:

"عن عمرو بن القاري، أن رسول الله ﷺ قدم، فخلف سعدا مريضا حيث خرج إلى حنين فلما قدم من جعرانة معتمراً دخل عليه وهو وجع مغلوب، فقال: يا رسول الله! إن لي مالاً وإِنّي أُوْرَثُ كَلاَلَةً... إلخ"[32]

"حضرت عمرو بن قاری سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو حنین کے لیے روانہ ہوتے وقت حضرت سعد کو بیماری کی وجہ سے مکہ چھوڑ گئے، پس جب جعرانہ سے احرامِ عمرہ باندھ کر واپس تشریف لائے تو حضرت سعد کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، انھوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے پاس مال ہے اور میرے وارث کلالہ ہیں۔"

جبکہ اسی کو امام طحاویؒ اپنی کتاب "شرح مشکل الآثار" میں یوں روایت کرتے ہیں:

"عن ثلاثة من بني سعد: أن سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه مرض بمكة، فأتاه رسول الله ﷺ فقال: يا رسول الله! إن لي مالاً كثيراً، وليس لي وارث إلاّ كلالة، أفأوصي بمالي كله؟ قال: لا، قال: أفأوصي بنصفه؟ قال: لا، قال: أفأوصي بثلثه؟ قال: الثلث، والثلث كثير"[33]

"بنی سعد کے تین افراد کا بیان ہے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص مکہ میں بیمار تھے، تو اُن کی عیادت کے لیے رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، انھوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے پاس بہت سارا مال ہے اور میرے وارثوں میں کلالہ کے سوا کوئی نہیں ہے، تو کیا میں اپنے سارے مال کی وصیت کر دوں؟ فرمایا: نہیں، عرض کی: کیا آدھے کی وصیت کر دوں؟ فرمایا: نہیں، عرض کی: تو کیا ایک تہائی کی وصیت کر دوں؟ فرمایا: ہاں ایک تہائی اور ایک تہائی زیادہ ہوتا ہے۔"

اگر غامدی صاحب کی تالیف پر اس روایت کا ترجمہ کیا جائے تو یوں ہوگا: "یارسول اللہ! میرے پاس مال ہے اور مجھے کلالہ کے تعلق سے وارث بنایا جا رہا ہے۔ الخ"۔ نظر انصاف کبھی ایسی تالیف کو قبول کرے گی؟ (ہر گز نہیں۔۔!) لہٰذا جب رسول اللہ

ﷺ نے اپنی تقریر کے ذریعے سے اسی معنی معروف کو برقرار رکھا، جو عرف عرب میں رائج تھا اور پھر بعد میں جسے مفسرین اور فقہاء کرام نے اپنی کتب میں مختار ٹھہرایا، تو اب اس کے بعد اس آیت میں کسی بھی جدید معنی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

ثانیاً غامدی صاحب نے آیت کی تفسیر میں مرنے والے مرد یا عورت کے کلالہ رشتہ داروں میں، جن میں سے وہ کسی کو وارث بنا سکتا ہے، انھیں شمار کیا ہے: بھائی، بہن، ماموں، خالہ، چچا اور پھوپھی وغیرہ ہیں۔ نیز کلالہ کے تین معانی میں سے آخری دو کے بارے میں لکھا:

> "اب رہے دوسرے[34] اور تیسرے معنی تو ان میں سے جو بھی مراد لیے جائیں، آیت کا مدعا چونکہ ایک ہی رہتا ہے، اس لیے ترجیح محض حسنِ تالیف کے لحاظ سے ہو گی"۔ حالانکہ دیکھا جائے تو دوسرے معنی کی یہاں کسی صورت گنجائش ہی نہیں نکلتی، اس لیے کہ جب موصوف نے خود کلالہ رشتہ داروں میں چچا اور پھوپھی کو شمار کر لیا، تو یہ معنی باطل ہو گیا، کیونکہ یہ قرابتیں باپ کی طرف سے ہیں، اسی طرح ان کی اولادیں بھی یہاں مراد نہیں ہو سکتیں، کہ میت سے اُن کا تعلق بھی بہر حال اُس کے باپ کی بدولت ہے۔ رہے بہن اور بھائی، تو ان کے حصے مقرر ہیں، بھائی نہ ہونے کی صورت میں ایک بہن کے لیے نصف، دو یا زائد کے لیے دو تہائی اور اِن کے ساتھ کے بھائی ہونے کی صورت میں ہر بہن کے لیے بھائی کے حصے کا آدھا، جبکہ بیٹیوں کے ساتھ انھیں عصبہ بنا دیا جاتا ہے، البتہ بیٹے کے ہوتے ہوئے یہ محروم ہو جاتی ہیں، جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔ نیز چچا کو اصحابِ فرائض سے ٹھہرانا بھی درست نہیں، کیونکہ یہ بالاتفاق عصبات سے ہے، یعنی: جو مال اصحابِ فرائض میں تقسیم ہونے کے بعد بچتا ہے وہ اسے ملتا ہے۔"

اب رہا تیسرا معنی، جس کا استعمال قطعی شواہد سے ثابت بتایا، جسے حسنِ تالیف کی وجہ سے ترجیح دی اور اس سے "علم الفرائض" میں ایک نئی تقسیم ایجاد کی، تو پھر یہی گزارش ہے کہ اس معنی میں اور پہلے معنی میں محض تعبیرِ کلمات کا فرق ہے، البتہ مآل ایک ہی ہے۔ غور کیجیے: تیسرا معنی، "یعنی کسی شخص کے وہ رشتہ دار، جن کے ساتھ اُس کا تعلق اولاد اور والد کا نہ ہو" اور پہلا معنی، "یعنی: وہ شخص جس کے پیچھے والد اور اولاد دونوں میں سے کوئی نہ ہو"۔ اب اس کی حسن تالیف یوں ہو گی: "وہ شخص جس کے پیچھے اُس کے رشتہ داروں میں اُس کا والد اور اولاد دونوں میں سے کوئی نہ ہو، اُسے کلالہ کہا جاتا ہے"، یا دوسری صورت میں حسنِ تالیف یوں ہو گی: "کسی شخص کے وہ رشتہ دار، جن سے اُس کا تعلق اولاد اور والد کا نہ ہو، انھیں کلالہ کہا جاتا ہے"۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ دونوں معنوں میں میت اور اُس کے رشتہ دار، آپس میں ایک دوسرے کے لیے کلالہ ہی ٹھہرتے ہیں۔

ثالثاً: علم میراث کی تاریخ میں یہ تالیف دو منفرد قسم کی تقسیم کا اضافہ کرے گی کہ ایک ہی صنف کے افراد میں تقسیم مال کے وقت اتنا تفاوت کہ ایک فرد تو اصحابِ فرائض سے ہے، جبکہ دوسرا اُسی وقت عصبہ بن رہا ہے، حالانکہ ایسی کوئی صورت ہی نہیں ہے کہ دو یا زیادہ وارث بہنوں میں کسی ایک کو زیادہ ملے اور بقیہ کو کم۔

رابعاً: تقسیم کی یہ صورت اسی آیت کے آخری کلمات "غَيْرَ مُضَآرٍّ" کے خلاف ہے، کیونکہ ایک ہی صنف کے بعض افراد کے حق میں یہ یقیناً ضرر و نقصان ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے تو انھیں کل مال کے چھٹے یا تہائی کا حق دار بنایا ہے، لیکن اس تقسیم سے وہ اپنے "مقررہ" حق سے محروم ہو رہے ہیں۔

خامساً: ظاہر ہے کہ اگر وارث بنانے کا اختیار دیا بھی گیا ہے، تو وہ مورث "اصحابِ فرائض" کے علاوہ میں سے ہی کسی کو

وارث بنائے گا، اصحابِ فرائض کے علاوہ عصبات، ذوی الارحام اور مولیٰ الموالاۃ وغیرہ ہوتے ہیں۔ اب وارث بناتے وقت ممکنہ طور پر ان بقیہ تین اقسام کے افراد میں یا تو صرف ایک قسم کے ہوں گے، یا کوئی سی دو قسموں کے، یا تینوں قسموں کے۔ پھر ان میں بھی یا تو صرف ایک ہوگا، یا زائد۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس تالیف پر وارث بنانے والا کس طریقۂ کار کو اپناتے ہوئے کسی کو اپنا "کلالہ وارث" بنائے گا، جس میں کسی کے لیے ضرر کا احتمال نہ ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے خود واضح فرمادیا کہ:

"تم نہیں جانتے کہ تمھارے ماں باپ اور تمھاری اولاد میں سے کون بہ لحاظ منفعت تم سے قریب تر ہے"۔ (البیان)[35]

لہٰذا جب انسان اپنی اصل وفرع کے بارے میں یہ نہیں جانتا کہ اِن میں سے کون زیادہ نافع ہے، تو ان کے علاوہ لوگوں کے بارے میں کیسے جانے گا!

سادساً: آیت میں بیان اصحابِ فرائض کا ہو رہا ہے، جبکہ اس تالیف سے معلوم ہوتا ہے کہ عصبات کی گفتگو ہو رہی ہے، کیونکہ کلالہ کے تعلق سے بنائے جانے والے "وارث" کو بقیہ مال دیا جارہا ہے، جو اس کے "عصبہ" ہونے کی دلیل ہے۔

سابعاً: حقیقت یہ ہے کہ یہاں نساء آیت ۱۲ میں در اصل ماں شریک بھائی بہنوں کی میراث کا ذکر کیا گیا ہے، جیسا کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے، نیز مفسرین نے بھی اسے ہی مختار قرار دیا ہے۔ چنانچہ علامہ زمخشری لکھتے ہیں:

"اور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ یہاں مراد ماں شریک اولاد ہے، اس پر حضرت اُبی اور اسی طرح سعد بن ابی وقاص کی یہ قراءت بھی دلیل ہے: اور اُس کا کوئی ماں شریک بھائی یا بہن ہو۔ یہ بھی دلیل دی گئی ہے کہ یہاں کلالہ سے خاص طور پر ماں شریک بہن بھائی مراد ہیں، کیونکہ اسی سورت کے آخر میں ہے کہ دو بہنوں کے لیے دو تہائی اور بھائیوں کے لیے سب مال، پس جب یہاں ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے اور دو کے لیے ایک تہائی اور اس پر کچھ زیادہ نہیں، تو معلوم ہوا کہ مراد ماں شریک بہن بھائی ہیں، ورنہ لفظ کلالہ اولاد اور والد کے علاوہ تمام ماں شریک، ماں باپ شریک اور باپ شریک بہن بھائیوں کے لیے عام ہے۔"[36]

اسی طرح علامہ ابن جریر طبری نے بھائی اور بہن کی تفسیر میں یہی لکھا ہے[37]، جبکہ علامہ رازی نے "مفاتیح الغیب" میں لکھا ہے:

"فالمراد هاهنا الإخوة والأخوات من الأم فقط، وهناك الإخوة والأخوات من الأب والأم، أو من الأب"[38]

"پس یہاں (نساء ۱۲ میں) صرف ماں شریک بہن اور بھائی مراد ہیں، جبکہ وہاں (نساء ۱۷۶ میں) ماں باپ شریک یا باپ شریک بہن اور بھائی مراد ہیں۔"

اسی طرح غامدی صاحب کے استاذ امام امین احسن اصلاحی نے بھی یہاں النساء کی آیت ۱۲ کی تفسیر میں ماں شریک بھائی بہنوں کی میراث کا ذکر کیا ہے اور النساء آیت ۱۷۶ کی تفسیر میں باپ شریک بھائی بہنوں کی میراث کا، چنانچہ لکھتے ہیں:

"کلالہ کی میراث کا حکم آیت ۱۲ میں گزر چکا ہے، کلالہ سے مراد وہ مورث ہے، جس کے نہ اُصول میں کوئی ہو، نہ فروع میں، صرف بھائی بہن وغیرہ ہوں۔ اگر آیت ۱۲ کے حکم کو صرف اخیافی بہن کے ساتھ مخصوص مان لیا جائے، تو اس توضیحی حکم کے بعد کلالہ کی وراثت کے حکم کا ہر پہلو واضح ہو جاتا ہے، اس کی تفصیلات فقہ وفرائض کی کتابوں میں موجود ہیں۔"[39]

نتیجہ یہ نکلا کہ یہاں لفظ "کلالہ" اگرچہ نکرہ ہے، لیکن در حقیقت "نکرۂ مخصوصہ" ہے، یعنی: یہاں اس آیت میں اولاد اور والد کے علاوہ رشتہ داروں میں صرف ماں شریک بہن اور بھائی مراد ہیں، ان کے علاوہ کسی کو بقیہ مال کا بطور کلالہ وارث بنانے کا کوئی ذکر ہی نہیں۔

نساء ۱۷۶ اور غامدی صاحب کی تفسیر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"یَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلٰلَةِ اِنِ امْرُؤٌا ھَلَكَ لَیْسَ لَه وَلَدٌ وَّ لَه اُخْتٌ فَلَھَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَھُوَ یَرِثُھَآ اِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّھَا وَلَدٌ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَیْنِ فَلَھُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَو اِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّ نِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا وَ اللّٰہُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ"

"وہ تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں۔ (اِن سے) کہو: اللہ تمھیں کلالہ رشتہ داروں کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے: اگر کوئی شخص بے اولاد مرے اور اُس کی ایک بہن ہی ہو تو اُس کے لیے ترکے کا آدھا ہے اور اگر بہن بے اولاد مرے تو اُس کا وارث اُس کا بھائی ہے۔ اور بہنیں اگر دو ہوں تو اُس کے ترکے میں سے دو تہائی پائیں گی اور اگر کئی بھائی بہنیں ہوں تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔ اللہ تمھارے لیے وضاحت کرتا ہے تاکہ تم بھٹکتے نہ پھرو اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔"[40]

مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہاں "کلالہ" سے مراد باپ شریک بھائی اور بہنیں ہیں۔ جب میت کا لڑکا، پوتا یا پڑپوتا، والد، دادا اور میت کی دو یا زیادہ سگی بہنیں نہ ہوں[41]، تو ان میں ترکہ کی تقسیم اس آیت کریمہ کے تحت یوں ہوگی کہ اگر ایک باپ شریک بہن ہو تو اُس کے لیے کل مال کا آدھا، دو یا زیادہ ہوں، تو کل مال کا دو تہائی اور اگر اُن کا کوئی ایک باپ شریک بھائی بھی ہو، تو یہ سب عصبہ بن جائیں گے اور ہر بہن کے لیے اپنے بھائی کے حصہ کا آدھا ہوگا۔

غامدی صاحب نے آیت ۱۷۶ کی تفسیر میں لکھا ہے:

"لفظ "الْكَلٰلَة" کی تحقیق اس سے پہلے اسی سورہ کی آیات ۱۱۔ ۱۲ کے تحت بیان ہو چکی ہے۔ یہ اب چوتھے اور آخری سوال کا جواب ہے جو اولاد کی عدم موجودگی میں بھائی بہنوں کی میراث کے بارے میں پیدا ہوا ہے۔ اِس کا اشارہ اگرچہ آیات ۱۱۔ ۱۲ میں بھی موجود تھا، لیکن جب لوگ نہیں سمجھے اور اُنھوں نے سوال کیا تو قرآن نے اُس کو پوری صراحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ آیت کی ابتدا "قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلٰلَة" کے الفاظ سے ہوئی ہے۔ اِس میں، اگر غور کیجیے تو وہی اسلوب ہے جو "یُوْصِیْكُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِكُمْ" میں ہے۔ وہاں وصیت میت کی وارث اولاد کے بارے میں ہے اور یہاں فتویٰ میت کے وارث کلالہ رشتہ داروں کے بارے میں ہے۔ لفظ "كَلٰلَة" پر الف لام دلیل ہے کہ سوال کلالہ وارثوں میں سے کچھ مخصوص اقربا سے متعلق ہے اور جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اقربا میت کے بھائی بہن ہیں۔ تمام کلالہ رشتہ داروں، مثلاً چچا ماموں، بھائی بہن، خالہ پھوپھی میں سے کسی کو وارث بنا دینے کی اجازت آیات میراث میں بیان ہو چکی ہے۔ یہاں عام کے بعد خاص کا ذکر ہے۔ یہ چیز ملحوظ رہے تو آیت کا مفہوم یہ ہوگا: کہہ دو اللہ تمھیں کلالہ رشتہ داروں میں سے بھائی بہنوں کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔ اصل میں "اِنِ امْرُؤٌا ھَلَكَ لَیْسَ لَه وَلَدٌ" کے الفاظ آئے ہیں۔ یہ بھائی بہنوں کے میراث پانے کے لیے اُسی طریقے پر شرط ہے، جس

طرح "فَاِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّه وَلَدٌ وَّوَرِثَه اَبَوٰه" میں ہے۔ وہاں معنی یہ ہیں کہ میت بے اولاد ہو اور ماں باپ ہی وارث ہوں تو اُن کا حصہ یہ ہے اور یہاں مفہوم یہ ہے کہ مرنے والے کے اولاد نہ ہو اور اُس کے بھائی بہن ہوں تو اُن کا حصہ اِس طرح ہے۔ اِس سے واضح ہے کہ بھائی بہن صرف اولاد کی غیر موجودگی میں وارث ہوتے ہیں۔ اولاد موجود ہو تو میت کے ترکے میں اُن کا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے، اِلّا یہ کہ مرنے والا آیت ۱۲ میں کلالہ کے حکم عام کے تحت اُن میں سے کسی کو بچے ہوئے ترکے کا وارث بنا دے۔ بھائی بہنوں کے جو حصے یہاں بیان ہوئے ہیں، اُن میں اور اولاد کے حصوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ آیت میں "وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ" کا اسلوب دلیل ہے کہ یہ حصے بھی والدین اور بیوی یا شوہر کا حصہ دینے کے بعد باقی ترکے میں سے دیے جائیں گے۔ اِس کے دلائل آیت ۱۱ کی تفسیر میں بیان ہو چکے ہیں۔ چنانچہ ترکے کا جو حصہ بھائی بہنوں میں تقسیم کیا جائے گا، میت کی صرف بہنیں ہی ہوں تو انھیں بھی اُسی کا دو تہائی اور اسی کا نصف ادا ہو گا۔"[42]

مقالہ نگاران کا تبصرہ

گذشتہ سطور میں ہم نے یہ واضح کر دیا ہے کہ "کلالہ" کی تعریف اور اُس آیت میں اس کا مصداق کون ہے، نیز یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ کلالہ کے اطلاق میں کسی صورت چچا اور پھوپھی شامل نہیں ہیں۔ اسی طرح یہ بھی روشن ہوا کہ مورث کو کلالہ کے تحت کسی رشتہ کو اپنی زندگی میں کل مال یا بقیہ مال کا وارث بنانے کا اختیار ہی نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر واضح ارشاد فرما دیا تھا:

"إِنَّ اللہَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ"[43]

"بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اُس کا حق دے دیا ہے، لہٰذا وارث کے لیے وصیت نہیں ہے۔"

مفسرین کے مطابق یہاں آیت ۱۷۶ میں بھائی بہن سے مراد باپ شریک بھائی بہنیں ہیں، جیسا کہ گذشتہ سطور میں گزرا۔

اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ یہاں بھی تفسیر میں کچھ لغزشیں واقع ہوئی ہیں، جن کی تنقیح ضروری ہے، اولاً یہ کہنا کہ "اِس سے واضح ہے کہ بھائی بہن صرف اولاد کی غیر موجودگی میں وارث ہوتے ہیں"، کسی صورت درست نہیں، فقہاء کا اتفاق ہے کہ باپ شریک بھائی بہن میت کے بیٹے، پوتے، پڑپوتے، باپ اور دادا کے ہوتے ہوئے محروم رہتے ہیں۔ غور وتدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاد، میت کی فرع ہے اور والد اُس کی اصل، چنانچہ جب فرع کے ہوتے ہوئے بھائی اور بہن محروم ہو جاتے ہیں، تو عقل کا تقاضا ہے کہ اصل کے ہوتے ہوئے بھی یہی صورتِ حال ہونی چاہیے۔ در حقیقت مسئلہ بھی یونہی ہے، لہٰذا یہ بھائی بہن کی وراثت کے لیے صرف اولاد کی غیر موجودگی کا حصر درست نہیں۔

ثانیاً یہ کہنا کہ "اِلّا یہ کہ مرنے والا آیت ۱۲ میں کلالہ کے حکم عام کے تحت اُن میں سے کسی کو بچے ہوئے ترکے کا وارث بنا دے"، سراسر احکامِ میراث کے خلاف ہے، کیونکہ کسی غیر وارث کو وارث بنانے کا اختیار بندہ کے پاس نہیں ہے، اگر مال تقسیم کے بعد بھی بچ جائے تو اُس کے لیے "احکامِ رد" کے ساتھ ساتھ دیگر صورتیں بھی کُتبِ فقہ میں مفصل بیان کر دی گئی ہیں، ان سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔

ثالثاً یہ کہنا کہ "یہ حصے بھی والدین اور بیوی یا شوہر کا حصہ دینے کے بعد باقی ترکے میں سے دیے جائیں گے" تنقیح طلب

ہے، لفظ "والدین" درست نہیں، کیونکہ والد کے ہوتے ہوئے یہ محروم ہو جاتے ہیں، جیساکہ گزرا۔ رہا ماں، بیوی یا شوہر کے ہوتے ہوئے ان کا موجود ہونا، تو اس کی کچھ ممکنہ صورتیں ہیں:

۱۔ اگر ماں، بیوی یا شوہر کے ہوتے ہوئے صرف باپ شریک بہنیں ہوں، تو اب انھیں کل میں سے ترکہ ملے گا، کیونکہ یہ اصحابِ فرائض سے ہونگے۔ اس کی دلیل نفسِ آیت میں مذکور ہے کہ بہن اگر ایک ہو تو اُس کے لیے کل مال کا آدھا ہے، ارشاد ہوتا ہے: "فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ"۔ اسی طرح بہنیں دو یا زیادہ ہوں تو ان کے لیے کل مال کا دو تہائی ہے، ارشاد ہوتا ہے: "فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ"، یہاں بھی وہی اُسلوب ہے کہ ان کے لیے کل مال کا دو تہائی ہو گا نہ کہ دیگر اصحابِ فرائض کے حصے دیے جانے کے بعد بچے ہوئے مال کا دو تہائی۔

۲۔ اگر ماں، بیوی یا شوہر کے ہوتے ہوئے باپ شریک بہن (یا بہنوں) کے ساتھ باپ شریک بھائی بھی ہو، تو اب انھیں کل میں سے نہیں بلکہ اصحابِ فرائض کے حصے دیے جانے کے بعد بچا ہوا مال ان میں تقسیم ہو گا، اس لیے کہ اب بھائی کے ہوتے ہوئے یہ عصبہ بن جائیں گی اور ہر بہن کے لیے اپنے بھائی کے حصہ کا آدھا حصہ ہو گا۔ لہٰذا غامدی صاحب کی یہ توجیہ من وجہٍ تو درست ہے، البتہ کلیۃً اُصولِ میراث کی روشنی میں درست نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

نتائج

متذکرہ بالا تحقیقی تجزیہ سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

۱۔ عربی لغت کے مطابق کلالہ رشتہ دار باہم ایک دوسرے کے لیے بھی "کلالہ" ہی ہوتے ہیں۔

۲۔ سورۂ نساء کی آیات میں لفظ "کلالہ" سے مراد بالترتیب ماں شریک اور باپ شریک بہن اور بھائی ہیں کوئی اور نہیں۔

۳۔ کسی مورث کو زندگی میں دوسروں کو "کلالہ" کی حیثیت سے وارث بنانے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔

۴۔ غامدی صاحب کی رائے اُمہات تفاسیر میں قولِ مہجور کے طور پر ذکر کی گئی ہے، جسے موصوف کے استاد نے بھی تسلیم نہیں کیا۔

۵۔ اس رائے سے علمِ میراث میں چند نئی صورتوں کا اضافہ ہو گا، جو صریح نصوص کی رو سے روا نہیں۔

۶۔ نیز سب سے اہم یہ کہ اس رائے کو تسلیم کرتے ہوئے تقسیم حصص قرآنی حکم کے مطابق ممکن نہیں ہو گی۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1] ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، دار احیاء الکتب العربیۃ، رقم: ۲۷۱۹۔ طبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الاوسط، دار الحرمین قاہرہ، رقم: ۵۲۹۳، ۴۰۷۵

Ibn Mājah, Muḥammad bin Yazīd, *Sunan Ibn Mājah*, (Dār Iḥyā' al Kutub al 'Arabiyyah), Ḥadīth # 2719. Al Ṭabrānī, Sulaymān bin Aḥmed, *Al Mu'jam ul Awsaṭ*, (Cairo: Dār al Ḥaramayn), Hadith # 5293, 4075

[2] البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، دار ابن کثیر، دمشق، طبع اول، ۲۰۰۲ء، رقم: ۱۶۶۶

Al Bukhārī, Muḥammad bin Ismā'īl, *Ṣaḥīḥ al Bukhārī,* (Damascus: Dār Ibn Kathīr, 1st Edition, 2002), Ḥadīth # 1666

[3] وہ امہات کُتبِ تفسیر یہ ہیں: ۱۔ابن جریر طبری کی تفسیر، ۲۔ رازی کی تفسیر اور ۳۔ زمخشری کی الکشاف، جیسا کہ عن قریب اس کا ذکر آتا ہے۔

[4] زمخشری، محمد بن عمر، الکشاف، مکتبۃ العبیکان، ریاض، طبع اول، ۱۹۹۸ء، ۲:۳۸

Zamakhsharī, Muḥammad bin 'Umar, *Al Kashāf,* (Riyadh: Maktabah Al Abīkān, 1998), 2:38

[5] الکشاف، ۲:۳۸

Al Kashāf, 2:38

[6] الکشاف، ۲:۳۸

Ibid., 2:38

[7] ابو الفیض محمد بن محمد، مرتضی زبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس، دار الہدایۃ، فصل الکاف مع اللام، ۳۰:۳۴۶

Al Zubaydī, Muḥammad bin Muḥammad Murtaḍa, *Tāj Al 'Urūs Min Jawahir Al Qamūs,* (Dār Al Hidāyah), 30:346

[8] ابو الفضل محمد بن مکرم بن علی، افریقی، لسان العرب، دار صادر بیروت، طبعہ ثالثہ ۱۴۱۴ھ، حرف اللام، فصل الکاف، ۱۱:۵۹۴

Muhammad bin Mukarram bin 'Alī, *Lisān Al 'Arab,* (Beirūt: Dār Ṣadir, 3rd Edition, 1414), 11:594

[9] ابو جعفر محمد بن جریر، طبری، جامع البیان عن تأویل آی القرآن، دار ہجر قاہرہ، طبع اول، ۱۴۲۲ھ، ۶:۴۸۱

Al Ṭabarī, Muḥammad bin Jarīr, *Jāmi' Al Bayān 'an Ta'wīl 'Āyī al Qur'ān,* (Cairo: Dār Hijr, 1st Edition, 1422), 6:481

[10] الکشاف، ۲:۳۸

Al Kashāf, 2:38

[11] صحیح البخاری، ۱۴۳۹، رقم: ۵۶۷۶۔ وامام مسلم بن حجاج، قشیری، صحیح مسلم، دار المغنی، سعودیہ عربیہ، ۱۴۱۹ھ۔۱۹۹۸ء، رقم: ۱۶۱۶

Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Ḥadith # 5676. Muslim bin Al Ḥajjāj, *Ṣaḥiḥ Muslim,* (Saudi Arabia: Dār Al Mughnī, 1998), Ḥadith # 1616

[12] ابو داود سلیمان بن اشعث، سجستانی، سنن ابو داود، مکتبۃ المعارف، ریاض، طبع اول، ۱۴۱۷ھ، رقم: ۲۸۸۶

Abū Dāw'ūd, Sulaymān bin Ash'ath, *Sunan Abī Dāw'ūd,* (Riyad: Maktabah Al Ma'ārif, 1st Edition, 1417), Ḥadīth # 2886

[13] ابو عیسیٰ محمد بن عیسی، ترمذی، سنن الترمذی، مکتبۃ المعارف، ریاض، طبع اول، ۱۴۱۷ھ، رقم: ۲۰۹۷

Al Tirmidhī, Muḥammad bin 'Esa, *Sunan Al Tirmidhī,* (Riyad: Maktabt Al Ma'ārif, 1417), Ḥadith # 2097

[14] صنعانی، ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام، المصنف، مکتب اسلامی، بیروت طبعہ ثانیہ ۱۴۰۳ھ، رقم: ۱۹۱۹۱

Al Ṣan'ānī, 'Abdur Razzāq bin Humām, *Al Muṣannaf,* (Beirūt: Maktab Islāmī, 2nd Edition, 1403), Ḥadith #19191

[15] المصنف لعبد الرزاق، رقم: ۱۹۱۹۲

Ibid., Ḥadīth #19192

[16] ابو بکر بن ابی شیبہ، المصنف، مکتبۃ الراشد، ریاض، طبع اول، ۱۴۰۹ھ، رقم: ۳۱۶۰۷

'Abū Bakr bin 'Abī Shaybah, *Al Muṣannaf,* (Riyad: Maktabah Al Rashīd, 1st Edition, 1409), Ḥadith # 31607

17 جاوید احمد غامدی، البیان، المورد لاہور، ٹوپیکل پرنٹنگ پریس لاہور، طبع دوم، مئی ۲۰۱۴ء، ۱: ۴۶۹-۴۷۱

Javed Aḥmed Ghāmdī, *Al Bayān*, (Lahore: Al Mawrid, Topical Printing Press, 2nd Edition, 2014), 1:469-471

18 جاوید احمد غامدی، میزان، المورد لاہور، ٹوپیکل پرنٹنگ پریس لاہور، طبع پنجم، دسمبر ۲۰۰۹ء، ۵۲۴-۵۲۵

Jāved Aḥmed Ghāmdī, *Mīzān*, (Lahore: Al Mawrid, Topical Printing Press,5th Edition, 2009), 524-525

19 ملاحظہ ہو البیان، ۱: ۴۵۹-۴۶۰ اور میزان، ۵۲۶-۵۲۷

Al Bayān, 1:459-460. *Mīzān*, 526-527

20 البیان، ۱: ۴۵۹-۴۶۰

Al Bayān, 1:459-460

21 جاوید احمد غامدی، البیان، المورد لاہور، ٹوپیکل پرنٹنگ پریس لاہور، طبع اول، مئی ۲۰۱۶ء، ۵: ۷۵-۷۶

Jāved Aḥmed Ghāmdī, *Al Bayān*, (Lahore: Al Mawrid, Topical Printing Press,1st Edition, 2016), 5:75-76

22 البیان، ۵: ۵۱۲

Ibid., 5:512

23 البیان، ۱: ۴۶۰

Ibid, 1:460

24 میزان، ۵۲۸

Mīzān, 528

25 الکشاف، ۲: ۳۸-۳۹

Al Kashāf, 2:38-39

26 محمد بن یوسف بن علی، اندلسی، البحر المحیط فی التفسیر، دار الفکر بیروت، ۱۴۲۰ھ، ۳: ۵۴۶

Abū Ḥayyan Muḥammad bin Yūsuf bin ʻAlī, *Al Baḥr Al Muḥīṭ fīl Tafsīr*, (Beirūt :Dār al Fikr, 1420), 3:546

27 احمد بن یوسف، حلبی، الدر المصون فی علوم الکتاب المکنون، دار القلم، دمشق، ۳: ۳۰۹

Ḥalabī, Aḥmed bin Yūsuf, *Al Durr Al Maṣūn fī ʻUlūm al Kitāb Al Maknūn*, (Damascus: Dār Al Qalam), 3:309

28 سراج الدین عمر بن علی، نعمانی، اللباب فی علوم الکتاب، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، ۱۴۱۹ھ، ۶: ۲۲۶

Nu'manī, Sirāj Al Dīn ʻUmar bin ʻAlī, *Al Lubāb fī ʻUlūm Al Kitāb*, (Beirūt: Dār Al Kutub Al ʻIlmiyyah, 1419), 6:226

29 محمد بن محمد بن مصطفیٰ، عمادی، ارشاد العقل السلیم الیٰ مزایا الکتاب الکریم، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۲: ۱۵۲

ʻImādī, Muḥammad bin Muḥammad bin Muṣṭafa, *Irshād al ʻAqal al Salīm ʻIla Mazayā Al Kitāb Al Karīm*, (Beirūt : Dār Ihya' Al Turath Al ʻArabī), 2:152

30 محمد بن علی بن محمد، شوکانی، فتح القدیر، دار ابن کثیر، دمشق، طبع اول، ۱۴۱۴ھ، ۱: ۴۹۹

Al Shawkanī, Muḥammad bin ʻAli, *Fatḥ Al Qadīr*, (Damascus: Dār Ibn Kathir, 1st Edition, 1414), 1:499

31 یہاں صنف سے مراد وہ افراد ہیں، جن کا ایک سے زائد ہونا عقلاً ممکن ہے، مثلاً بیوی، بہن بھائی، ماموں، چچا، خالہ، پھوپھی وغیرہ نہ کہ والدین و شوہر وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

32 مسند احمد بن حنبل، رقم ۱۶۵۸۴

Musnad, Ḥadith # 16584

33 شرح مشکل الآثار، رقم: ۵۲۲۷

Sharḥ Mushkil al Aāthar, Ḥadith # 5227

34 دوسرے معنی: یعنی: اُس قرابت کے لیے جو اولاد اور والد کی طرف سے نہ ہو۔ (ملاحظہ ہو: میزان، ص: ۵۲۶)

Mīzān, p:526

35 البیان، ۱: ۴۵۶۔۴۵۷

Al Bayān, 1:456-457

36 الکشاف، ۲: ۳۹

Al Kashāf, 2:39

37 جامع البیان عن تأویل آی القرآن، ۶: ۴۸۱

Jāmi' Al Bayān 'an Ta'wīl 'Āyī Al Qur'ān, 6:481

38 رازی، محمد بن ضیاء الدین عمر، مفاتیح الغیب، دار الفکر، بیروت، ۹: ۲۳۱

Al Razī, Muḥammad bin Ḍiyā' Al Dīn, *Mafātīḥ Al Ghayb*, (Beirūt: Dār al Fikr), 9:231

39 اصلاحی، مولانا امین احسن، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور نومبر ۲۰۰۹ء، ۲: ۴۳۹۔۴۴۰

Mawlana Amīn Aḥsan Iṣlāḥī, *Tadabbur Al Qur'ān*, (Farān Foundation Lahore, 2009), 2:439-440

40 البیان، ۱: ۵۸۵۔۵۸۶

Al Bayān, 1:585-586

41 "فتاویٰ ہندیہ"، کتاب الفرائض، ۶: ۴۵۰۔۴۵۲

Al Fatāwa Al Hindiyyah, 6:450-452

42 البیان، ۱: ۵۸۵۔۵۸۶

Al Bayān, 1:585-586

43 سنن ابو داؤد، رقم: ۲۸۷۰

Sunan Abī Dāw'ūd, Ḥadīth # 2870